اسلامی شریعت میں حقوق خمسہ کا تحقیقی جائزہ

Analytical Study of Maqāsid-al-Sharia'h in Islamic Perspective

* فہیم اللہ

**ڈاکٹر عبدالقدوس

Abstract

The higher objective of Islamic law based upon entire blessing play an important role in construction and rein formation of the human society .the expert of Islamic law have classified the three descending categories of importance :the Ḍarrūriyyah (the essential),the Ḥājiyyah (the complementary) and the Taḥsīniyyah (the desirable or the embellishments). this article briefly explain this terminologies. The basic principles of benefit and harms as per the Islamic law along with description of the underlying purposes, with the care purpose of safeguarding the society against all evils.

Keywords: Maqāsid-al-Shari'a, Qur'an, Sunnah, Islamic Teachings, Rights

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی راہنمائی کے لیے آخری پیغام الٰہی ہے، چونکہ انسانی سرشت میں خیر وشر دونوں کا مادہ رکھا گیا ہے اس لئے اگر خیر کی خوبی اس میں پروان چڑھے تو انسان بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے اور اگر شر کی خصلت اس میں غالب ہو جائے، تو پورے معاشرے کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔

*ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

معاشرے میں غلط کار عناصر پیدا ہو ہی جاتے ہیں ۔کیا غلط کار عناصر کا سدباب نہ ہو؟ کیا معاشرے کی کوئی آئینی ودستوری نظام نہ ہو؟کیا معاشرہ بس یونہی رسم ورواج کے بے ہنگم اُصولوں میں زندگی کا پہیہ گھومنے دے یااِس حوالہ سے انسان باضابطہ وحی الٰہی کی روشنی میں رہنمائی کا محتاج ہے۔مختلف نصوص اور ثبوت کی روشنی میں یہ دعٰوی کیا جاسکتا ہے کہ انسان مکلف اور مخصوص الٰہی اُصولوں کی روشنی میں زندگی گزارنے کا پابند ہے،انسان چونکہ فطری طور پر عزت دین، عزت نفس، عزت عقل، عزت نسل، عزت مال کا خوگر ہےاِن تحفظات ہی کے لئے انسان زندگی کی مشکلات کو برداشت کرتا ہے۔اِن تحفظات خمسہ کا جس معاشرہ میں رعایت رکھا جاتا ہے وہ معاشرہ اس قدر قابل قدر ہوتا ہے۔ایسے معاشرہ کے افراد باہمی طور پر مربوط ہوتے ہیں ایسی اقوام ترقی کے منازل طے کرتی ہیں اور زندگی کی حقیقت کو پاجاتے ہیں۔

اس کے برعکس جس معاشرہ میں وحدت کا فقدان ہوتا ہے اور کسی ضابطہ کا پابند نہیں وہ معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔معاشرہ میں وحدت کے فقدان کی بڑی وجہ تحفظات خمسہ سے اغماض اور عدم رُورعایت ہے ۔شاید یہی وجہ ہے کہ انسانی معاشرہ کے لئے انفرادی واجتماعی سطح پر مضبوطی کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ امن وسلامتی ہے اور امن وسلامتی کے لئے تحفظات خمسہ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

قرآن مجید میں "حدود" کے حوالہ سے ایک منضبط نظام موجود ہے۔اِن حدود کا تعلق ،حدِ سرقہ، حدِ قذف، حدِ شرب خمر، حدِ ارتداد، حدِ قتل سے ہے چونکہ انسان فطری طور پر پانچ عظیم نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔وہ قطعاً نہیں چاہتا کہ ان میں سے ایک نعمت بھی اس سے چھینی جائے۔ لہٰذا انسان کے مذکورہ تمام حقوق کے تحفظ حق قرآن کریم نے بتمامہ قبول کرلیا اور اگراِن میں سے کسی بھی حق کے محرومی کے اسباب ہو گئے تو اسلام کا قانون حرکت میں آجاتا ہے،چونکہ تحفظات خمسہ دراصل انسان کے اِن حقوق کی رعایت کا باضابطہ قانون ہے۔لہٰذا اسلام اِس کی عظمت وتحفظ کا مناسب منصوبہ بندی بھی کرتا ہے۔قرآن کریم کا مجوزہ نظام حدود کا مقصد بھی پانچ تحفظات یعنی تحفظ دین، تحفظ نفس، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال کو یقینی بنانا ہے اور یہی مقاصدِ شریعت بھی کہلاتے ہیں۔

تکمیل دین پر مبنی آخری خطبہ حُجتہ الوداع کے موقع پر بھی انحضرت ﷺ نے دوسری تعلیمات اور معاشرتی اُصولوں کی نشاندہی کے ساتھ خصوصاًان اموالکم ودماء کم و اعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یو مکم فی شھر کم و فی بلدکم ہذا کے پیرائے میں احترامِ نفس وجان، حرمت عزت اور حرمت مال ہی کی اہمیت پر زور دیا اور بتایا کہ یہی وہ اُمور ہیں جو زندگی میں مطلوب و مقصود ہیں اور ان کے بقاء و تحفظ میں انسانیت کی بقاء کا راز مضمر ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا پوری انسانیت کو اس پیغام سے یہ امر آشکارا ہے کہ اس میں تحفظات خمسہ کے ضمن میں بیان کردہ لوازمات زندگی کس قدر اہم ہیں ؟اور گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قانون میں بین الاقوامی سطح پر نہ صرف مسلمانوں کے حقوق و فرائض کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ غیر مسلموں کے حقوق تک کے تحفظ کا احاطہ کر دیا گیا ہے۔ گویا "حقوق انسانی" پر مبنی چارٹر دستاویز کی اساس پیغمبر انسانیت حضرت محمد مصطفیؐ ہی نے رکھی تھی۔ یوں عالمی امن کے عظیم پیامبر کا سہرا انحضرتؐ کے سر ہے اور عالمی حقوق انسانی کا پہلا موجد چودہ سو سال قبل پیغمبرؐ ہی تھے۔ عصر حاضر میں پوری دُنیامیں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے انسانی نفوس کی ضیاع ایک ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی ہے تخریب کاری دہشت گردی کے نتیجہ میں معصوم جانیں ضائع ہو رہی ہیں، سماج کے اقدار اور عزتیں محفوظ نہیں ملکیت و مالیت کا تحفظ ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے اور لوگ آئے دِن مذہب کے نام پر خیالات و نظریات کے مدوجزر میں مبتلا ہیں بالآخر نظریات میں استحکام بھی تو کوئی چیز ہے ؟

وضع احکام سے شریعت کے مقاصد شریعت احکام اور قوانین کو اس لیے وضع کرتی ہے کہ مخلوقات میں اس کے مقاصد روبعمل آجائیں ۔ہر فرد بشر کو اپنی زندگی میں چین، سکون، اطمینان اور امن نصیب ہو، اور یہ مقاصد تین طرح کے ہیں ضروریات، حاجیات اور تحسینیات ۔

(1) ضروریہ: یہ وہ مصالح ہیں جن سے کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے، اگر یہ نہ ہو تو نظام دنیا درست طریقے پر نہ چل سکے گا بلکہ نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا(۱) ۔اور یہ پانچ ہیں تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ عقل ،تحفظ نسل اور تحفظ مال ۔

(۲) حاجیہ: یہ ایسے منافع ہیں جن کے ذریعے پریشانیوں کا ازالہ مقصود ہوتا ہے تا کہ یہ پریشانی عام نظام کے لئے خطرہ نہ بن جائے۔اس کے تحت " شرعی رخصتوں" کی ایک بڑی تعداد آجاتی ہے، جیسا کہ حالت سفر میں قصر، حالت سفر اور حالت مرض میں روزہ چھوڑنے کی اجازت جو کہ شریعت کا بہت بڑا احسان ہے۔ان امور کا خاص مقصد مشقت کا ازالہ ہی ہے لیکن پھر بھی یہ شرعی رخصتیں " مقصد ضروریہ" کہ مقام کو نہیں پہنچ سکتی۔(۲)

(۳) تحسینیہ: مصالح کی تیسری قسم جسے " تحسینیات" کہا جاتا ہے ان سے مراد وہ پسندیدہ اور مرغوب امور ہیں جو انسانی عزت و شرافت کے لئے ضروری وہتی ہیں اور جس سے اخلاق حسنہ کی تکمیل ہوتی ہیں مثلاً اگر ایک طرف شریعت نماز پڑھتے وقت بدن اور لباس کی صفائی اور پاکی کی ترغیب دیتی ہے اور نماز جمعہ کے لئے عطر لگانے کو کہتی ہے تو دوسری طرف شریعت جماعت سے نماز پڑھنے والے کو بدبودار لہسن کھانے سے روکتی ہے۔اس تیسری قسم مصالح کی بہت اہمیت ہے اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ دوسری مصالح سے بہت وابستہ ہے مثلاً ایک انسان اپنی فرض نماز مختلف طریقوں سے پڑھتا ہے کبھی اس کا ذہن نماز میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی نہیں اور کبھی نماز کو اطمینان اور خشوع و حضوع سے پڑھتا ہے اور کبھی جلد بازی میں ان دونوں کے درمیان فرق واضع ہے یعنی ایک اپنی نماز میں فرائض کے علاوہ تمام پسندیدہ امور کی بھی رعایت کرتے ہوئے اپنی نماز مکمل طور پر ادا کرتا ہے تو دوسرا شخص بس نماز سرف اپنا فرض ادا کر کے نماز چھوڑنے کی گناہ سے صرف بچ جاتا ہے۔(۳)

اصولیین کی رائے یہ ہے کہ اصلی مقاصد تو ضروریات ہیں اور جہاں تک حاجیات اور تحسینیات کا تعلق ہے تو وہ تبعی اور ضمنی کے تحت داخل ہیں۔(۴)

مقاصد ضروریہ پانچ امور پر مشتمل ہیں جن کو تحفظات خمسہ کہتے ہیں وہ پانچ امور یہ ہیں
۱۔تحفظ دین ۲۔تحفظ جان ۳۔تحفظ عقل ۴۔تحفظ نسل ۵۔تحفظ مال

ان پانچ امور کے بارے میں علماء کا خیال ہے کہ اگران پانچ امور میں سے کسی میں بھی خلل واقع ہو جائے تو زندگی کا نظام تہ وبالا ہو جاتا ہے۔مثلاً اگر مال مفقود ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔اگراگے نسل چلنا بند ہو جائے تو دنیا اسی وقت تک باقی رہے گی جب تک موجودہ نسل زندہ ہے۔اگر عقل مختل ہو جائے تو دنیا کا سارہ نظام تتر بتر ہو جائیگا اسی طرح اگر جان کا تحفظ باقی نہ رہے تو حیات انسانی کا سکون غارت ہو جائے گا اور اگر دین کی تحفظ باقی نہ رہے تو جاہلیت غالب ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں انسانی زندگی بے چینی کا شکار ہو جائے گی کیونکہ انسانی زندگی کا قیام وبقاء اور سکون اور معاشرے کا امن واستحکام ان پانچ چیزوں پر موقوف ہے۔(۵)

بعض علماء ان پانچ امور کو ''کلیات خمسہ'' بھی کہتے ہیں جو شریعت میں اصول کا درجہ رکھتے ہیں اور شریعت کے مقاصد عامہ یہی ہے کہ ان پانچ امور کی حفاظت کی جائے،جیسا کہ شاطبیؒ نے لکھا ہے کہ:'' شریعت جو کلی اصول لے کر آئی ہے،وہ پانچ امور یعنی:دین،جان،عقل،نسل اور مال کی حفاظت ہے۔(٦)

شریعت نے ان امور کی حفاظت کے لیے ایجابی اور سلبی دونوں طرح کے احکامات اور قوانین وضع کئے ہیں کیونکہ صحت انسانی کو برقرار رکھنے کے لیے اچھی غذا کے ساتھ ساتھ ناکارہ غذا سے بھی پرہیز ضروری ہوتا ہے۔اس لیے ایسی مصلحتیں جن کے ذریعے ''کلیات خمسہ'' کی حفاظت وبقا مطلوب ہو تو فقہاء کی اصطلاح میں اس کو مقاصد ضروریہ کہلاتی ہیں۔

۱۔تحفظ دین:

شریعت نے حفاظت دین کے لیے ایجابی اور سلبی دو طریقے وضع کیے ہیں۔

۱۔حفاظت دین کا ایجابی طریقہ

عبادات تحفظ دین کا وسیلہ:

عبادات حفاظت دین کا وسیلہ ہے یہ عبادات دین کی عمارت کے لئے ستون بھی ہیں جن پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے: بنی الاسلام علیٰ خمس:شهادة ان لا اله ا لاالله و ان محمدا عبده و ر سوله و اقامة الصلوة وايتائالزكوة و حج البيت و صوم رمضان (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ۱اس امر کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ۲ نماز قائم کرنا۔ ۳زکوۃ ادا کرنا۔ ۴بیت اللہ کا حج کرنا۔ ۵ رمضان کے روزے رکھنا)۔ یہ پانچوں اسلام کے ستون ہے اور اسلام ہی اللہ کے ہاں دین ہے اور یہ تو حقیقت ہے کہ ستون کے بغیر عمارت کھڑی ہو نہیں سکتی۔ اگر ان میں سے کوئی چیز کم ہو جائے تو عمارت میں کمی واقع ہو جائے گی لیکن اگر یہ پانچ ستون گر جائیں تو بلاشبہ عمارت زمین بوس ہو جائیں گی۔

انتہائی عاجزی سے اطاعت اور فرمانبرداری کا نام عبادت ہے۔ ایمان باللہ کے بعد دوسرا مرحلہ عبادات کا آتا ہے۔ دین کی حفاظت کے لئے عبادات ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ عبادات انسان کے ظاہر و باطن دونوں پر مشتمل ہے،اس میں اللہ کے وجود کی تصدیق واعتراف بھی ہے اور یہ باطنی خضوع ہے اور عبادت میں ظاہری خضوع بھی ہے جو اس اعتراف کی علامت ہے جس کا نتیجہ باطنی خضوع ہے (۷)

اللہ کی طرف سے آنے والے دین میں عبادت توحید کے تابع اور ایمان باللہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے تمام انبیاء ورسل کے ہاں عبادت بھی توحید کی طرح مشترک ہیں کیونکہ توحید اور عبادت ایک دوسرے کی ضد کبھی نہیں ہو سکتے۔ توحید اور عبادات میں تمام انبیاء کرام کے اشتراک کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُواالدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ط اَللّٰهُ يَجْتَبِیْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِیْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (۸)

ترجمہ: اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا تھااور جسے اے (محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔

دین کے قائم کرنے کی تاکید اور فرقوں میں باٹنے سے بچنے کا حکم اس امر پر دلالت کرتی ہے کے جس دین کے قیام کی ہدایت کی گئی ہے وہ ایک ہی ہے۔اگر یہ ایک نہ ہوتا تو متفرق ہونے سے روکنا درست نہ ہوتا۔اس آیت کریمہ کے مفہوم میں امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

اے محمدؐ! ہم نے نوح اور آپ کو ایک ہی دین کا حکم دیا، جن میں شریعتوں کا اختلاف نہیں ہے اور وہ ہیں توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ کا تقرب ،صداقت، امانت داری، وعدے کی تکمیل اور صلہ رحمی وغیرہ، قتل، جھوٹ، زنا، اور دوسرے لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی حرمت۔۔۔۔یہ سب مقرر امور ایک ہی دین اور ایک ہی ملت کے ہیں۔ کثرت انبیاء کے باوجود ان امور میں یکسانیت ہیں۔(۹)

عبادت کے اصل جس میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج شامل ہیں کے ذریعے ایک انسان چھلانگیں مارتا ہوا ان حدبندیوں سے آگے گزرتا ہوا آخر میں اس عظیم رابطے تک پہنچ جاتا ہے جو ان تمام روابط کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ہے عظیم رابطہ اللہ کے ساتھ تعلق جو خالق کائنات اور مالک ہے اور یہی رابطہ اللہ کے ہاں اشرف ترین مقام ہے اور جو شخص بھی اس درجے کو پہنچ گیا وہی بہترین نام یعنی "عبداللہ" کا مستحق قرار پاتا ہے۔(۱۰)

عباداتِ کے چار اصل : (۱) نماز(۲) روزہ(۳) زکواۃ(۴) حج

(الف)اصل اول: نماز

نماز شعائر اسلام میں سب سے بڑا شعار ہے جسے با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ نماز اسلام کے ارکان میں سب سے پہلا رکن ہے۔ نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے اور جس نے نماز کو قائم کیا حقیقت مین اس نے دین کو قائم کیا ۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس سے انبیاء کرام کی شریعتوں میں سے کوئی شریعت خالی

نہیں رہی۔ نماز دل میں ایمان کو مضبوط کرتی ہے اور بے حیائی سے بچاتی ہے۔ قرآن حکیم میں آیا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (بیشک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے)۔(۱۱)

(ب)اصل دوم: زکٰوۃ

زکٰوۃ اصل اول یعنی نماز کے بعد اہمیت کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہے۔ زکٰوۃ مالی عبادت ہے۔ قرآن کریم میں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے وہاں زکٰوۃ کا بھی ذکر ہے۔ عبادات اس لئے مقرر کی گئی ہے تاکہ دنیاوی نعمتون کا شکر ادا کیا جاسکے۔ دنیاوی نعمتیں دو قسم کی ہے ایک بدن کی نعمت اور دوسرا مال کی نعمت۔ جس طرح بدن کے نعمت کا شکریہ نماز سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح مال جیسی نعمت کا شکریہ زکٰوۃ سے ادا ہوتی ہے۔ زکٰوۃ نماز سے ایک درجہ کم عبادت اس لئے ہے کہ زکٰوۃ میں مال کو خرچ کرنا اس محتاج فرد کے حوالے سے ثواب ہے جس محتاج پر مال خرچ کیا گیا ہے۔ غریب اور محتاج کو مال دیتے ہوئے خالصتاً اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے(۱۲)

(ج)اصل سوم: روزہ

روزہ بھی نماز کی طرح بدنی عبادت ہے اور یہ بھی بدن کی نعمت کے شکریہ ادا کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے لیکن روزہ نماز سے کم اس اعتبار سے ہے کہ اس میں نماز کی نسبت بدن کے زیادہ اعضاء مختلف اعمال شریک نہیں ہوتے بلکہ روزہ ایک ہی رکن سے ادا ہو جا تا ہے اور وہ ہے اپنے اپ کو دو قسم کی شہوتوں یعنی پیٹ کی اشتہاء اور جنسی شہوت سے باز رہنا۔ چونکہ انسانی نفس دنیاوی لذتوں اور نفسانی شہوات کا تقاضا کرتا رہتا ہے اور یہ نفس ہی ہے جو انسان کو برائی پر امادہ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی کے لئے نفس کو خواہشت پوری کرنے سے باز رکھنا اور نفس پر قابو پا نا بلا شبہ کار ثواب ہے(۱۳)
اللہ تعالٰی فرماتے ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۴)

ترجمہ :اے ایمان والوں! تم پر روزے فرض کر دئے گئے ،جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

روزہ تقویٰ کا سبب ہے۔ تقویٰ اللہ کے احکام ماننے اور جن امور سے اللہ نے روکا ہے اسے باز رہنے اور اس کی اطاعت کرنے پر آمادہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں انسان کے لئے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ اور دوسرے فرائض اور مستحبات کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔

(د)اصل رابع: حج

حج بیت اللہ کی زیارت ہے اور حج اپنا گھر بار کو چھوڑ کر ادا کیا جاتا، حج مخصوص مقامات پر مخصوص اوقات میں مخصوص اعمال کی ادائیگی کا نام ہے اور ثواب کا پہلو ان مخصوص مقامات اور اوقات کی تعظیم کے اعتبار سے ہے۔(۱۵)

حج اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور شعائر اسلام میں سے ایک شعار ہے۔ مسلم اقوام و قبائل کے باہمی تعارف، ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی، منافع کے تبادلے اور دین و دنیا کے معاملات خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ایک دوسرے کی آراء سے فائدہ حاصل کرنے کے اعتبار سے اس کی بہت اہمیت ہے۔ حج صاحب حیثیت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

تحفظ دین کا سلبی طریقہ

اللہ کی راہ میں جہاد کا حکم(۲) مرتد افراد کی قتل(۳) دین میں بدعت کا مقابلہ

(۱) پہلا طریقہ جہاد

شریعت میں جہاد کا مفہوم ہے، اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کفار کے مقابلے میں کوشش کرنا۔ جہاد کا اطلاق کئی معانوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً نفس کے خلاف جہاد کا مطلب ہے، دینی معاملات کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ شیطان کے مقابلے میں جہاد کا مطلب ہے کہ شیطانی وساوس کو مسترد کر دینا اور جن کاموں سے شیطان خوش ہوتا ہے ان کاموں سے بچنا۔ فساق کے خلاف جہاد دل سے برا سمجھ کر کے

ہاتھ اور زبان سے رکنا۔ کفار کے خلاف جہاد جان اور مال دونوں سے کیا جاتا ہے، کفار کے خلاف جہاد ہجرت کے بعد دیا گیا۔(۱۶)

اللہ نے جب حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تو پہلے آپؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور جو کوئی آپ کو جھٹلائے یا اعراض کرے، اس سے تعرض نہ کریں۔ اس بارے میں اللہ فرماتے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (۱۷)

ترجمہ: اے نبیؐ! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت و حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا: وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ (۱۸) ترجمہ: اور جاہلوں سے نہ الجھو۔

جب آپؐ لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچایا تو کچھ لوگ، کفر، نافرمانی، تکذیب اور سرکشی میں انتہا کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور اہل ایمان پر جہاد فرض کر کے اپنے دین کی تائید اور اپنے رسول کی مدد کی۔ ارشاد فرمایا:

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ ج وَ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْءًا وَّ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ج وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْءًا وَّ ھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ ۔(۱۹)

ترجمہ: تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ وَ خُذُوْھُمْ وَ احْصُرُوْھُمْ وَ اقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ج فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُم ۔(۲۰)

ترجمہ: پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔

ان احکام کے مطابق رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کے مضافات کے مشرکین میں سے جن لوگوں نے آپؐ کا پیغام مسترد کر دیا تھا اور آپؐ کی نبوت کا انکار کیا تھا، ان سے آپؐ نے جہاد کیا۔ آپؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق کچھ اقوام سے ایک مدت تک معاہدہ صلح کر لیا تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور پھر اللہ نے حکم دیا کہ ایسے معاہدے ختم کر دئے جائیں، اس بارے میں ارشاد خداوندی ہوا:

بَرَآءَ ةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۲۱)

ترجمہ: اعلان براءت ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کر رکھے ہیں۔

جہاد اصل میں فرض کفایۃ ہے۔ یعنی اگر بعض لوگ اس میں شریک ہو جائے تو باقی افراد کی ذمداری ختم ہو جاتی ہے۔ جہاد بعض حالات میں فرض عین بھی ہو جاتا ہے مثلاً اگر دوشمن مسلمانوں کے شہروں پر چڑھائی کر دیں تو اس حالت میں جہاد فرض عین ہے بصورت دیگر فرض کفایۃ۔ (۲۲)

۲۔ دوسرا طریقہ: مرتد کی قتل

ردت اور ارتداد دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی لوٹ کر آنا۔ لیکن ردت کا لفظ کفر کی طرف لوٹ جانے کے مفہوم کیساتھ مختص ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ (۲۳)

ترجمہ: جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَكَافِرٌ (۲۴)

ترجمہ: جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں مر جائے گا)۔

ان دونوں آیات میں ردت کا معنی اسلام سے پھر کر کفر کی لوٹ جانے میں استعمال ہوا ہے۔ارتداد اسی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور مطلقاً لوٹ جانے کے معنی میں بھی یعنی اپنے نقش قدم پر واپس ہونا۔جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

فَارْتَدَّا عَلَآی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا(۲۵)ترجمہ:(موسیٰ اور ان کا خادم دونوں اپنے نقش قدم پر واپس ہوئے۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلَآی اَدْبَارِكُمْ(۲۶)ترجمہ:اور پیچھے نہ ہٹو۔

پس ردت کا مفہوم ہے مسلمان کا کافر ہو جانا،اور یہ دو طرح کے قول پر ہوتا ہے ایک یہ کہ کوئی شخص کہے کہ وہ کافر یا مشرک ہو گیا۔دوسرا یہ کہ صریح الفاظ سے تو نہ کہے بلکہ ایسے الفاظ ادا کرے جس سے عام طور پر کوئی کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی شخص نماز یا زکوۃ کا وجوب کا انکار کر دے وغیرہ۔

مرتد شخص کو ارتداد کے دن سے لے کر تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا لیکن اس دوران اس مرتد کو کوئی دوسری سزا یعنی بھوک،پیاس وغیرہ نہیں دی جائے گی۔اگر اس دوران توبہ کر لیا تو اس شخص کو جانے دیا جائے گا بصورت دیگر ان کو قتل کیا جائے گا۔اس سلسلے میں بعض علماء کہتے ہے کہ مرد اور عورت کا حکم ایک ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کہتے ہے کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ عورت کو نظر بند کیا جائے گا تا کہ وہ تنگ ہو کر اسلام واپس لوٹ آئے۔(۲۷)

۳۔تیسرا طریقہ:دین میں بدعتیوں کا مقابلہ

بدعت کا معنی ہے کوئی نئی ایسی نئی چیز ایجاد کرنا جس کا پہلے کوئی مثال نہ ہو۔اب اس لفظ کا استعمال عام ہوا ہے یعنی یہ ”دین میں کمی یا زیادتی“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

بدعت کے بارے میں دو طرح کی رائے ہیں ایک طبقہ بدعت کو عبادات کے ساتھ مختص کر دیتے ہے اور دوسرا طبقہ اعمال عادیہ میں بھی نئی ایجاد کو بدعت سمجھتے ہیں۔

جو لوگ بدعت کو عبادت کے ساتھ مختص کرتے ہیں وہ بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں: شریعت میں بدعت سے مراد دین میں کوئی ایسا نیا طریقہ ایجاد کر لینا جو کسی شرعی کام کے مشابہ ہو اور اس سے مقصود اللہ کی عبادت میں مبالغے کا اظہار ہو۔(۲۸)

وہ لوگ جو اعمال عادیہ میں بھی نئے نئے طریقوں کو بدعت سمجھتے ہیں وہ بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں: بدعت دین میں کوئی ایسا نیا طریقہ ایجاد کرنا ہے جو کسی شرعی کام کے مشابہ ہو اور اس پر عمل کرنے کو ایسا سمجھا جائے جیسے کسی شرعی کام پر عمل کیا جا رہا ہے۔(۲۹)

۲۔تحفظ جان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کو پیدا کیا اسے اپنے دیگر مخلوقات پر عقل، علم اور نطق کے ذریعے برتری عطا کی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کے قابل بنایا، اطاعت اور فرمانبرداری کی بدولت اخلاق فاضلہ سے مزین کیا۔انسان جب ماں کے رحم میں ایک قطرہ آب تھا، اس وقت سے اپنی مسلسل توجہ اور عنایت کے ذریعے اسے ارتقا کے مراحل طے کرواکر انسان کو ایک مختلف مخلوق کی شکل دے دی۔ انسان وجود میں آنے سے پہلے جب ماں کے رحم میں تھا اسی وقت سے اللہ نے اس کی تحفظ کی ذمہ داری کا تعین کر دیا ہے۔اللہ نے انسان کے وجود کی حفاظت کے لئے ایسے قوانین بنائے ہیں جو انسان کو ہر قسم کی خطرات سے محفوظ رکھتے ہے اور ہر مرحلے پر اس کی رعایت کرتے ہوئے اس کی زندگی کو یقینی بناتے ہیں۔ دنیا میں انبیاء کرام کے بعثت کا ایک بہت بڑا مقصد انسانی جان کی حفاظت اور لوگوں کی درمیان ظلم اور زیادتی کا خاتمہ ہے کیونکہ یہ ظلم ہی نہ صرف انسانی زندگی کو بلکہ معاشرتی نظام کو بھی تہس نہس کر دیتا ہے۔مظالم کی تین قسمیں ہیں۔

(i)جان پر ظلم (ii)انسانی اعضاء پر ظلم (iii)مال پر زیادتی

اللہ نے اسی مظالم کو روکنے کے لئے سزائیں مقرر کی ہے اور یہ سزائیں اس وجہ سے ہے کہ کوئی انسان بار بار اس کا مرتکب نہ ہو۔اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے مختلف سزائیں مقرر کی

ہے اور یہ تو مناسب بھی نہیں ہے کہ ہر جرم کی سزا یکساں ہو۔ کیونکہ انسان کو جان سے مارنا اور انسان کی اعضاء کو کاٹنا کسی صورات برابر نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح انسانی اعضاء کو کاٹنا اور انسان کو مالی نقصان دینا برابر نہیں ہو سکتے۔ تمام مظالم میں قتل انسان بہت بڑا ظلم ہے۔ تمام مذاہب میں قتل انسان گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔ جان بوجھ کر قتل لوگوں میں فساد پھیلانے کا بڑا ذریعہ ہے۔(۳۰)

تحفظ جان کے طریقے

تحفظ جان درجہ ذیل طریقوں پر مشتمل ہیں۔

ا۔ قتل ناحق کی حرمت

اللہ نے انسانی جان پر ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ زمین پر اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی بگاڑ ہے۔ قتل انسانی کو کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ اور برائیوں میں بد ترین برائی بتایا ہے۔

قتل انسان کے فعل پر وعید:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (۳۱)

ترجمہ: وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کت قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس شخص پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ فرماتا ہے: اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔(۳۲)

اسی طرح رسول ﷺ فرماتے ہے: لا یحل دم امری مسلم یشھد ان لا الہ اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلاث: الشیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة (کسی مسلمان کا خون جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں حلال نہیں مگر تین میں

سے ایک وجہ: شادی شدہ زانی ہو یا جان کے بدلے جان یا جو شخص اپنا دین چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے)۔(۳۳)

ان افراد کو تین میں منحصر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان تین جرائم کے علاوہ اور کسی جرم میں کسی شخص کو قتل کرنا جائز نہیں، البتہ اس مفہوم کے عموم کی دوسرے دلائل سے تخصیص ہو گئی ہے جن معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی کچھ جرائم ایسے بھی ہے جو موجب قتل ہیں، مثلاً منکر زکوٰۃ، ترک نماز، ڈاکو وغیرہ۔ بعض اوقات یہ تینوں جرائم (منکر زکوٰۃ، ترک نماز ڈاکہ زانی) مذکورہ بالا تین جرائم کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، کیونکہ منکر زکوٰۃ، ترک نماز ترک دین کے زمرے میں آتے ہے، اور ڈاکو اور رہزن جماعت کو چھوڑنے والے باغی کے زمرے میں شامل سمجھا جاتا ہے(۳۴)

دوسرا طریقہ: دنیاوی سزائیں

علماء اصول کے نزدیک کسی بھی فعل کی حرمت کا مفہوم مندرجہ زیل الفاظ سے معلوم ہوتا ہے مثلاً نہی کے الفاظ سے، کسی کام پر وعید سے، شیطانی عمل قرار دینے کے الفاظ سے، فاعل کی مذمت سے، کام کو فساد قرار دینے کی الفاظ سے وغیرہ وغیرہ۔(۳۵)

دنیا میں مختلف مزاج کے مالک لوگ ہوتے ہیں ان میں سے ایک طبقہ ایسا بھی ہے جسے برے کاموں سے روکنے کے لئے وعید اور آخرت کے عذاب کا ڈر کافی نہیں ہوتا، بلکہ ضروری ہے کہ انہیں ایسی فوری سزا دی جائے جو انتہائی دردناک ہو۔ چاہے مجرم خود اس کی مزا چکھے یا دوسروں کو دیکھ کر عبرت لے لے۔ زندگی بھر جب بھی نفس ان کو اللہ کی حدود تھوڑنے پر آمادہ کرے گا، یا وہ دوسرے لوگوں کی زندگی لینے کی کوشش کرے گا تو انہیں فوراً وہ سزا یاد آئے گی۔

شریعت اسلامی نے قتل انسان کو قطعی حرام قرار دے کر ان کی حرمت کے قانون کو اس قدر عام کر دیا کہ ہر عالم اور جاہل کو اس کی حرمت کا علم ہے۔ اس کے بعد حفاظت جان کے خلاف ہر جرم پر اس کے محرکات اور نتائج کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب سزا مقرر کی

ہے۔مذاہب عالم اس بات پر متفق ہے کے انسانی جان محفوظ ہے اور اس کی قتل جائز نہیں۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: (فتنہ قتل سے زیادہ برا ہے)۔(۳۶)

۳۔تحفظ عقل

اللہ نے انسان کو عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے اور اسے عقل کے سبب ہی روئے زمین پر خلیفۃاللہ قرار پایا ہے۔اسی عقل کی بدولت انسان کے لئے اللہ نے خشکی اور سمندر مسخر کر دیے اور اسی کی وجہ انسان ہوا میں بھی اُڑنے لگا۔اللہ نے عقل کے وجود کی وجہ سے اسے اطاعت خداوندی کا حکم دیا۔عقل کا وجود انسان کے لئے سب سے بڑی مصلحت اور ایک منفرد خصوصیت ہے جس میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔دنیا اور آخرت کی کامیابی کا دار و مدار شریعت پر ہے اور شریعت کا قیام عقل پر ہے کیونکہ عقل ہی ذمداری کی اساس ہے۔

علم و معرفت کے تین بڑے وسائل کو تین دائروں میں تقسیم کیا گیا۔پہلا دائرہ حواس کا ہے اور یہ سب سے تنگ دائرہ ہے کیونکہ اس کا تعلق ظاہراًمشاہدے میں آنے والے اشیاء سے ہے۔اس کے بعد عقل کا دائرہ ہے جو کہ حواس کے دائرے سے تھوڑا بڑا دائرہ وسیع اور جامع ہے عقل مشاہدے میں نہ آنے والے اشیاء کا بھی احاطہ کرلیتا ہے۔اس کے وحی کا دائرہ ہے جو دیگر تمام دائروں سے وسیع اور جامع ہے۔

یہ تینوں دائرے نہ تو ایک دوسرے سے الگ ہیں اور نہ ایک دوسرے سے متغیر بلکہ ہر چھوٹا دائرہ اپنے سے بڑے دائرے کے لئے بنیاد بن جاتا ہے اور ہر بڑا دائرہ اپنے سے چھوٹے دائرے کے لئے استحکام کا باعث ہے۔

عقل امتیازی حصوصیت کی وجہ سے تحفظ کا مستحق ہے کیونکہ عقل ہی وہ امتیازی حصوصیت ہے جس کی بنا پر اللہ نے انسان کو تمام حیوانات سے ممتاز کیا ہے اور تمام مخلوقات پر انسان کو فضیلت عطا کی ہے۔

تحفظ عقل کا ایجابی طریقہ:۔حفاظت عقل دو طریقوں یعنی: تعلیم اور نشہ اور اشیاء سے اجتناب کے ذریعے سے ہی ممکن ہیں۔

حفاظت عقل بذریعہ تعلیم

حفاظت عقل کا بہترین ذریعہ تعلیم ہی ہے اسی کی وجہ سے اللہ نے ہر مرد اور عورت سے حصول علم کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ تعلیم کے واسطے ہی انسان حقائق کو جانچ کر اس کی گہرائی میں جا سکتا ہے۔ تعلیم پہلے لوگوں کے تجربات ،ان کے واقعات کو نقل کر کے ان سے علوم اور عبرت حاصل کرنے کا نام ہے۔ جس طرح جسم کی ارتقاء کے لئے غذا ضروری ہے اسی طرح عقل کی ارتقاء کے لئے علم بھی ضروری ہے۔اسلام نے علم کو روزی کمانے سے وابستہ نہیں کیا اور نہ ہی علم کو حکومت حاصل کرنے کے لئے ضروری کیا بلکہ علم کو صرف اور صرف جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے ساتھ وابستہ کیا تاکہ انسانی عقل آزاد ہو اور وحی و ہدایت ربانی کی روشنی میں کائنات کا مطالعہ کرے۔ علمائے اسلام نے علم کی دو قسمیں کی ہے۔ایک وہ جو ہر مکلف پر فرض اور ضروری ہے اس کو فرض عین کہتے ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ترک شرب خمر، بدکاری اور قتل انسان سے اجتناب وغیرہ اور دوسرا وہ کہ ہر مکلف پر تو واجب نہیں البتہ امت پر عمومی اعتبار سے واجب ہے اگر کچھ لوگ اسے حاصل کر لیتے ہے تو باقی لوگوں کے ذمے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اس قسم کو فرض کفایہ کہتے ہیں مثلاً جہاد فی سبیل اللہ، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ۔(۳۷)

عقل اصل میں آیئنے کی طرح ہے آیئنے کو غبار اور میل کچیل سے صاف کرنے کا جتنا زیادہ اہتمام کیا جائے گا اس قدر وہ اپنا کام بہتر طریقے سے کر سکے گا۔اسلام نے علم کو تحفظ عقل کے لئے اس لئے ضروری قرار دے دیا کہ علم کے بغیر انسانی عقل طرح طرح کیا وہام اور خرافات کا شکار ہو جاتا ہے۔ علم کے بغیر عقل نہ تو دینی حقائق کا صحیح ادراک کر سکتا ہے اور نہ دنیوی مصالح کا بلکہ ذہن بدعات، خرافات،اور دوسرے دینی امور میں بے راہ راوی کا شکار ہو کر کبھی شرک کے ارتکاب تک جا پہنچ جاتا ہے اسی لئے حفاظت عقل کی لئے حصول علم کو اللہ نے فرض قرار دے دیا ہے۔

حفاظت عقل بذریعہ نشہ آور اشیاء سے اجتناب

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق، مالک اور رازق ہیں۔اللہ نے انسان کا رزق حیوانات اور نباتات سے مقرر کیا ہے۔حیوانات میں بعض ایسے ہے جس کا گوشت حرام ہیں اور بعض ایسے ہے کہ جس کا گوشت جائز ہیں۔نباتات میں نشہ پیدا کرنے والی وہ اشیاء جو عقل کو زائل کر دیتے ہیں اور زندگی کے لئے مہلک اور صحت کے لئے نقصان دہ ہے حرام ہیں۔نشہ آور اشیاء ناپاک، اس کا تھوڑا استعمال بھی حرام اور اس کے استعمال پر حد جاری ہوتی ہے(۳۸)

تحفظ عقل کے پیش نظر شریعت نے ہر قسم کے نشہ آور اشیاء کے استعمال پر پابندی لگائی ہے خواہ اس میں وقتی طور پر جسمانی فوائد کیوں نہ ہو۔قرآن کریم نے اس کو اُصولی لحاظ سے اس کو رد کر دیا ہے ۔اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَسْءَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِقُلْ فِیْهِمَآ اِثْم" کَبِیْر"وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا . (۳۹)

ترجمہ: اے پیغمبر آپ سے لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہہ دیجئے ان دونوں میں نقصان بہت ہے اور انسانوں کے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا نقصان فائدے سے بہت زیادہ ہے"

شراب کو اگر ام الخبائث جائے تو بالکل صحیح ہے کیونکہ شراب نوشی متعدد مفاسد اور تباکاریوں کا سبب بنتی ہے۔قرآن کریم میں بتلایا گیا ہے کہ جوا اور شراب بغض وعداوت پیدا کرتے ہیں اور انسان کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتے ہیں۔

(شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے مابین دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز ادا کرنے سے باز رکھے۔سو کیا تم اب بھی اس سے باز رہو گے۔(۴۰)

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:" شراب مال کی تباہی اور عقل کی خرابی کا باعث ہے"۔(۴۱)

انسان کو اللہ نے سب سے بڑی دولت عقل کی شکل میں عنایت فرمائی ہے اور جو انسان میں مکارم اخلاق کے حصول کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور رذائل اخلاق سے اجتناب پر مجبور کرتی ہے، نشے کی حالت میں اس پر پردہ پڑ جاتا ہے اور انسان عزت کو ذلت کے تصورات سے بے پرواہو کر شدید غلط کاریوں کا مرتکب ہو جاتا اور قتل، آبروریزی اور ظلم وزیادتی پر اتر آتا ہے۔

نشہ ہر شریعت مین حرام ہے، کیونکہ شریعتوں بندوں کے مفاد کے لئے ہیں، ان کے نقصانات کے لئے نہیں اور مفاد میں سب سے اہم بات تحفظ عقل اور سب سے بڑا نقصان عقل کو کھونا ہے۔ پس وہ اشیاء جو عقل کو زائل کر دیتی ہے اسے ممنوع قرار دینا واجب ہے۔(۴۲)

شریعت نے محض عقل کے تحفظ کے لئے ہی نشہ کو حرام قرار نہیں کیا ہے بلکہ عقل کے ساتھ ساتھ اس کے اور بھی بہت سے نقصانات ہے مثلاً شراب نوشی کی وجہ سے انسان کی عزت ووقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے اور اس کے علاوہ شراب نوشی کی وجہ سے انسان مختلف قسم کی بیماریوں کا اماجگاہ بن جاتا ہے مثلاً کینسر، فالج، زاوال حافظہ، زاوال بصر وغیرہ۔(۴۳)

جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے برائیوں کے رک تھام کے لئے یک بارگی قانون سازی نہیں کی بلکہ لوگوں کو آہستہ آہستہ احکام شریعت کے لئے تیار کیا تاکہ وہ اسلامی قوانین پر عمل در آمد میں دقت محسوس نہ کریں اور اسلامی نظام سے وابستہ ہو جائے۔ شراب کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی طریق کار کا لحاظ رکھا۔ جاہلی معاشرے میں شراب نوشی کی عادت چھڑانے میں اسلامی شریعت میں نفاذ قوانین کی بہترین مثال ہمیں ملتی ہیں۔ پہلے شراب کو حرام قرار دیا گیا پھر حرمت کی علت بیان کی گئی ہے اس کے بعد ان کے احکام، علت اور اس کی حکمتیں خوب ذہن نشین کرائی گئی آخر میں اس کی سزا مقرر کر دی گئی۔

تحفظ عقل کا سلبی طریقہ:۔ سلبی احکام کے بارے میں اس قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں شریعت اسلامی نے اپنی سزائیں مقرر فرمائی ہیں جو کہ کم سے کم اسی کوڑے ہیں اور تمام فقہاء کرام کا اس پر اتفاق بھی ہیں کہ شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی ااپؐ نے دو چھڑیوں کے ساتھ اسے تقریباً چالیس ضربیں لگائیں(۴۴)

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ہمین ایک ثقہ راوی نے بتایا، جس نے معمر سے انہوں نے زہری سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ازہر سے روایت کی کہ حضورؐ کے پاس ایک شرابی لایا گیا۔آپؐ نے فرمایا:" اسے مارو"۔لوگوں نے اسے ہاتھوں سے، جوتوں سے اور کپڑوں کے کناروں سے مارا،اس پر مٹی ڈالی، پھر آپؐ نے فرمایا:"اسے عار دلاؤ"۔لوگوں نے اسے عار دلائی، پھر آپؐ نے اسے چھوڑ دیا۔(۴۵)

سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ کہ حضورؐاور حضرت ابو بکرؓ عہد میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد میں چالیس ضربیں لگائی جاتی تھیں لیکن جب لوگ شراب نوشی زیادہ کرنے لگے تو حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے لگانے شروع کردیے۔(۴۶)

۴۔تحفظ نسل

انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ ہمیشہ رہے اور انسان کی یہی فطری خواہش انسان کو بچے پیدا کرنے پر آمادہ کر دیتے ہے۔انسان کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے ایسے احکام دیئے ہیں کہ جس سے انسان کی اعلیٰ صفت اور زندگی کا جوہر عفت وعزت محفوظ ہو اور نتیجۃً نسل انسانی کی حفاظت ہو۔

حفاظت نسل کے ایجابی پہلو: اسلام نے حفاظت نسل کے لیے نکاح کا طریقہ رائج کیا ہیں اور زنا سے اجتناب کا حکم دیا ہیں۔

نکاح لغت میں وطی اور محض عقد نکاح دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے(۴۷)

اصطلاح میں نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعے وطی جائز ہو جاتا ہے۔(۴۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح وہ رابطہ ہے جو میاں بیوی کے درمیان شرعی قواعد کے مطابق ایک ایسا معاہدے کی تکمیل ہوتی ہے جس کا مقصد میاں بیوی کے درمیان جنسی

تعلقات کے لئے راہموار کرنا ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے نکاح کی تعریف یوں کی ہے کہ:

''نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جو بضع(Vulva) کے منافع کی ملکیت کا باعث ہے۔ نکاح کا سب سے بڑا مقصد بنی نوع انسان کی بقا جو مقدر ہے کو برقرار رکھنا ہے۔ مقدر سے مراد یہ ہے کہ عمدہ طریقے سے انسان کی بقا کو برقرار رکھنا ورنہ بقا انسان تو غیر قانونی جنسی تعلقات کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن غیر جنسی تعلقات کے باعث لڑائی، جھگڑا، خون خرابہ وغیرہ ہو جاتی ہے، جب کہ نکاح کی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا۔(۴۹)

نکاح کی صورتیں

عام طور پر نکاح کی تین صورتیں ہے، واجب، سنت اور فرض۔ واجب اس صورت میں ہے کہ اگر کسی شخص کے نفسانی خواہشات اتنی زیادہ ہے کہ جس کی وجہ سے اس شخص کے حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اگر حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اعتدال کی حالت ہو تو اس صورت میں نکاح سنت ہے۔ اگر کوئی شخص مہر، وطی اور نفقے پر قادر ہو تو اس صورت میں نکاح فرض عین ہے۔(۵۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو)۔(۵۱)

آپؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ: تناکحواتناسلو فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامة (نکاح کرو، اولاد پیدا کرو تو پھر میں روز قیامت پر دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کا اظہار کرسکوں گا)۔(۵۲)

نکاح حفاظت نسل کا بہترین سبب:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ: نکاح کے پانچ بڑے فائدے ہیں: ''اولاد، نفسانہ خواہشات کی تکمیل، گھر کا انتظام، نفس کا مجاہدہ''۔ لیکن یہ پانچ نکاح کے ذیلی مقاصد ہے اور یہ نکاح کا اصل مقصد جو کہ حفاظت نسل ہے کا تتمہ ہے۔

نکاح کا مقصد یہ کہ نسل انسانی باقی رہے اور یہ دنیا انسانوں سے خالی نہ رہے، اور نفسانی ہواہشات اس لئے پیدا کی گئی کہ انسان کا نکاح کی طرف رغبت پیدا ہو جائے اور اسی

شہوت کے ذریعے نر اپنا بیج نکال کر مادہ میں اس طرح رکھے جیسے کھیتی میں بیج ڈالا جاتا ہے۔(۵۳)

شادی کے ذریعے اولاد باعث ثواب بھی ہے کیونکہ نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لئے اولاد کے حصول میں اللہ کی محبت سے موافقت ہے دوسرا یہ کہ کثرت اولاد پر آپؐ فخر فرمائیں گے، تیسرا یہ کہ مرنے کے بعد نیک اولاد باعث صدقہ جاریہ چوتھا یہ کہ باپ کی موجودگی میں چھوٹے بیٹے کی وفات شفاعت کا سبب بنتا ہے۔(۵۴)

۲۔زنا کی حرمت

شریعت نے تحفظ نسل کے لئے نکاح کا طریقہ رائج کیا جو اولاد کی تربیت، پرورش اور نگہداشت کا بہترین ذریعہ ہے پس نکاح کے علاوہ جتنے بھی نسل بڑھانے کے طریقے ہیں وہ سب اسلام نے حرام قرار دئے ہیں۔زنا بھی جو کہ سیدھی راہ یعنی نکاح کے منافی راستہ ہے اس لئے اس کو بھی شریعت نے حرام کرتے ہوئے بتایا کہ یہ بدترین راہ ہے۔

مذہب اسلام سے پہلے بھی لفظ زنا کا مفہوم قتل اور چوری کی مفہوم جیسا واضح تھا۔اصل میں زنا نکاح کے بغیر مرد کا عورت کی شرم گاہ میں وطی کرنے کا نام ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرم گاہ کا شرم گاہ میں داخل کرنا ہے جب کہ شرم گاہ طبعاً شہوت کی محرک ہو اور یہ کہ اس میں شرم گاہ داخل کرنا شرعاً حرام ہو(۵۵)

زنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ یہ بے حیائی کا کام اور بُرا راستہ ہے)(۵٦)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے انسان کو زنا سے منع کیا ہے اور قریب جانے سے روکنا حرمت بیان کرنے کا بلیغ تر انداز ہے اور پھر واضع طور پر اکی حرمت کی علت بیان کی کہ یہ بے حیائی کا کام اور بُرا راستہ ہے۔زنا کو اسلام میں بے حیائی کا سب سے بڑا کام اور گناہ کبیرہ میں اس کا شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نسل انسانی کا تحفظ متاثر ہوتا ہے۔

سب علماء کا زنا کی حرمت پر اتفاق ہے۔زنا کی حرمت قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے کیونکہ جنسی تعلقات میں مختلف لوگوں کی شرکت سے نسب گڈمڈ ہو جاتے

ہیں، اسی طرح حقیقی باپ دادا کی طرف نسب کی نسبت محفوظ نہیں رہتی جو کہ انقطاع نسل اور بنی نوع انسان کے وجود کے خاتمے کا سبب بن سکتی ہے (۵۷)

زنا کی دنیوی سزا قرآن سے ثابت ہے۔ حکمرانوں پر اللہ نے واجب قرار دیا ہے کہ زنا کی سزا میں کسی قسم کی نرمی کا مظاہرہ نہ کریں۔

حفاظت نسل کا سلبی پہلو: حد

حد روکنے کو کہتے ہیں گناہوں کی سزا کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انسان کو گناہوں سے روکنے کا باعث ہے اور حد جاری ہونے کہ بعد عام طور پر آدمی دوبارہ وہ گناہ نہیں کرتا۔

حد اللہ کا حق پامال کرنے کی مقرر سزا کا نام ہے۔ حد کی یہ تعریف کرنے سے تعزیر اور قصاص دونوں خارج ہو گئی کیونکہ تعزیر میں کوئی سزا مقرر نہیں ہوتی اور قصاص اس لئے خراج ہوئی کہ یہ بندے کا اپنا حق ہے۔ (۵۸)

حد جاری ہونے کی شرط

یہ سزائیں ایسی نہیں ہے کہ ہر کوئی جاری کر سکتا ہے بلکہ شریعت کا اس باری میں کچھ شرائط ہیں اگر وہ پورے ہو تو حاکم وقت حد جاری کرنے کا حکم جاری کرے گا بصورت دیگر زانی کو چھوڑا جائے گا۔ حد جاری ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ کم از کم چار گواہ ایسے موجود ہو جو یہ کہہ سکے کہ ہم نے فلاں فلان کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھے ہیں اگر گواہ چار سے کم ہو یا نابالغ ہو تو پھر بھی حد جاری نہیں ہوگا۔ دوسرا شرط یہ ہے کہ زانی خود جرم کا اقرار کر لے۔ (۵۹)

شریعت میں محصن اس شخص کو کہتے ہیں جس نے نکاح صحیح کیا ہو اور اس کے نتیجے میں اُس عورت سے جماع بھی کیا ہو (۶۰)

غیر محصن وہ ہے جس نے نکاح صحیح کے ذریعے عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ پس محصن زانی کو پتھر مارے جائینگے تا آنکہ وہ مر جائے اور غیر محصس کو ۱۰۰ کوڑے مارے جائینگے اور بعض علامء کے نزدیک ایک سال کی جلہ وطنی کی سزا دی بھی جائے گی لیکن بعض علامء کہتے ہیں کہ کوڑوں کی سزا پر جلاوطنی کی اضافی سزا درست نہیں۔ (۶۱)

ان سزاؤں میں کوڑے کی سزا قرآن جبکہ جلہ وطنی کی سزا سنت سے اور سنگسار کرنے کی سنت اور اجماع دونوں سے ثابت ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: (زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ)۔(۶۲)

یہ دلیل عام ہے یعنی اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا میں فرق نہیں البتہ حضور ﷺ کی قولی اور فعلی سنت نے اس عام کی تخصیص کرتے ہوئے سو کوڑے غیر شادی شدہ کے لئے مختص کر دیا اور ساتھ ساتھ جلہ وطنی کا اضافہ بھی کر دیا۔ محصن کی سزا آپؐ نے یہ بیان کی اسے سنگسار کیا جائے۔(۶۳)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ کنوارے کی سزا ایک سو کوڑے اور ساتھ جلہ وطنی کی سزا اس لئے مقرر کی ہے کہ اس کے ذریعے دو طرح کی سزا کا اطلاق ہوتا ہے کوڑے سے جسمانی اذیت جبکہ جلاوطنی سے نفسیاتی سزا حاصل ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ کوڑے لگانا جسمانی سزا ہے جبکہ جلاوطنی نفسیاتی سزا ہے اور جب تک دونوں طرح کی سزا نہ دی جائے اس وقت سزا مکمل نہیں ہوتی۔ (۶۴)

۵۔ تحفظ مال [حصول مال کے ذرائع]

مال انسان کو دو طریقوں سے مل سکتا ہے۔ ایک بغیر محنت سے اور دوسرا محنت سے۔ غیر محنت سے مال ملنے کے ذرائع: بغیر محنت سے مال ملنے کے ذرائع میں آدمی کے ترکے میں سے حصہ ملنا شامل ہے اور یہ دو طریقوں سے ملتا ہے ایک یہ کہ اگر میت اپنے مال میں سے دوسرے شخص کے لئے وصیت کرے تو موصی لہ محنت کئے بغیر میت کے مال کا مالک ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ والدین یا رشتہ داروں کے ترکے میں سے وارث کا حصہ ملنا اس مال کو عرب موروثی مال کہتے ہیں اور یہ وراثت میں ملنے والہ مال وارث کے ارادے کے بغیر خود بخود اس کی ملکیت میں داخل ہو جائے گا۔(۶۵)

محنت کے ذریعے مال کمانا: جو مال محنت کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ غلبے اور اقتدار کی وجہ سے کسی قانون کی رو سے دوسرے کے قبضے سے مال نکلوا کر اس

پر قبضہ کیا جائے اسے عام طور پر محصول یا خراج کہتے ہیں اور یہ کام صرف اور صرف حکمران ہی کرتے ہیں۔(٦٦)

٢۔زراعت، تجارت اور مویشی پالنے سے بھی ایک آدمی مال کما سکتا ہے۔اس میں صنعت و حرفت کا درجہ زراعت سے بعد کا ہے کیونکہ یہ ایک علمی کام ہے اس میں غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے اسی لئے عموماً صنعت و حرفت شہروں میں پائی جاتی ہے۔

تجاعت اگرچہ روشی کمانے کا طبعی طریقہ ہے لیکن اس کے اکثر طریقے حیلوں پر موقوف ہیں تاکہ چیزوں کی قیمتوں کے اتار چڑھاؤں سے فائدہ حاصل کیا جائے۔(٦٧)

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مقصد معاشرے سے مظالم کا خاتمہ تھا اور مظالم کی کئی اقسام ہیں مثلاً جان پر ظلم، جان کے اعضاء پر ظلم اور مال کے خلاف جرائم۔اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے جرائم کے ارتکاب پر مختلف سزائیں مقرر کی ہیں۔یہ سزائیں جرم کی نوعیت پر اللہ نے مقرر فرمائی ہیں کیونکہ قتل اور ڈاکہ برابر نہیں ہیں اسی طرح کسی سے مال قوت کے بل بوتے پر چھین لینا اور چوری چھپے مال اڑا لینا برابر نہیں۔پھر ان جرائم کے محرکات بھی مختلف ہو سکتے ہیں مثلاً قصداً جرم اور خطاءً جرم کرنا اپس میں کسی طور پر بھی برابر نہیں۔

تحفظ مال کے سلبی طریقے

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اموال کا تحفظ مندرجہ ذیل طریقوں سے بیان فرمائی ہیں:

کڑی سزاؤں سے اور حرمت رشوت سے کڑی سزاؤں سے ۔مال کے خلاف جرائم کی سزاؤں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

متعین سزائیں اور غیر متعین سزائیں۔ متعین سزاؤں میں چوری اور حرابہ یعنی ڈاکہ ڈال کر مال کو لے جانے کی سزا شامل ہیں۔غیر متعین سزاؤں کی بہت ساری قسمیں ہیں مثلاً غاصب یا دانستہ کوئی چیز ضائع کرنے والے کو دی جانے والی تعزیری سزائیں شامل ہیں۔ان تمام جرائم کی حرمت کی وجہ ظلم کو رکنا اور مال کی تحفظ کو یقینی بنانا

ہے۔ان جرائم میں بعض ایسے ہیں کہ ان پر آخرت کی عذاب کے ساتھ ساتھ تاوان بھی مقرر کیا۔(٦٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:(آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ)۔(٦٩)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ناجائز طریقوں سے مال کھانے کو حرام قرار دیا۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:(مسلمان تمام تر دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت)۔(٧٠)

شریعت نے ہر انسان کو اپنے اموال کی حفاظت اور اس کے دفاع کا حق دیا ہے اس سلسلے میں اگر کوئی شخص مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے تو وہ شہید ہے اور اگر زیادتی کرنے والا قتل ہو جاتا ہے تو وہ جہنمی ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی رسول پاک ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "یارسول اللہ ﷺ! اگر کوئی شخص زبردستی مال چھیننا چاہے؟" آپؐ نے فرمایا: "اسے اپنا مال مت دو"۔ پھر وہ آدمی کہنے لگا کہ "اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے؟" آپؐ نے فرمایا: "تم بھی اس سے لڑائی کرو"۔ "اگر وہ مجھے قتل کردے تو" آپؐ نے فرمایا: "تم شہید ہو"۔ "اگر میں اسے قتل کردوں تو؟" آپؐ نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا"۔(٧١)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ جب ڈاکو قتل کے ساتھ مال بھی لوٹ لیں تو انہیں قتل کی جائے اور جب صرف مال لوٹ لیں اور قتل نہ کریں تو مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں اور جب راستے کو پر خطر بنادیں لیکن مال نہ لوٹیں تو انہیں جلا وطن کردیا جائے۔(٧٢) ان سزاؤں کی مصلحت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے اموال اور جان محفوظ ہو جاتے ہیں۔

٢۔ حرمت رشوت کا مقصد اموال کا تحفظ

حکومت کی بہت ذمہ داریاں ہیں ان ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کیا جائے اور حقوق انسانی کا تحفظ کیا جائے۔اسی لئے عدل و

انصاف کے تحفظ کے لئے رشوت کو حرام قرار دیا گیا،اس لئے اگر رشوت کو مباح قرار دی جائے تو لوگوں کے درمیان فیصلے رشوت کے بل بوتے پر کئے جائینگے۔ شریعت اور لغت میں رشوت کا ایک ہی مفہوم ہیں یعنی رشوت " وہ چیز ہے جو کوئی شخص حاکم وقت وغیرہ کو اپنے حق میں فیصلہ لینے کے لئے یا اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے"۔حاکم یا ملازم کے لئے رشوت لینا حرام ہے۔(۷۳)

رشوت کی حرمت دو وجہ سے ہے۔ایک یہ کہ یہ لوگوں کا مال ناحق کھانے میں داخل ہے اور لوگوں کا مال ناحق کھانا حرام ہے۔دوسرا یہ کہ رشوت کی وجہ سے لوگوں کے درمیان عدل اور توازن کو تبدیل کرنے میں ایک موثر عامل ہے۔فیصلوں میں ظلم کی راہ ہموار کرتی ہے، غیر مستحق کو حقوق دلاتی ہے اور حق داروں کو محروم کرتی ہے۔

خلاصۃ البحث

شریعت کا سب سے اہم مقصد دنیا اور آخرت میں بندوں کو خوش نصیبی اور سعادت سے نوازنا ہے۔یہ مطلوبہ سعادت صرف شریعت کے احکام، قواعد اور کلیات کی پیروی اور اس کے مقصد سے ہم آہنگی پیدا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔اسی لیے مقاصد شریعت کی معرفت ضروری ہے، بالخصوص فقیہ اور مجتہد کے لیے، کیوں کہ مقاصد شریعت ہی وہ منارہ ہائے نور ہیں جن کے ذریعے نصوص، کلیات اور عام قواعد سے احکام میں اجتہاد و استنباط کے لیے رہنمائی ملتی ہے۔شرعی مصلحت کی کچھ خصوصیات ہیں اور کچھ ضوابط ہیں جو خواہشات کی مصالح سے ممتاز ہیں۔

مصلحت کبھی قوی ہوتی ہے کبھی ضعیف، کبھی اس میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی وسعت۔اسی اعتبار سے مصلحت کو ضروریہ، حاجیہ، تحسینیہ اور کلیہ و جزئیہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔یہ تقسیم معاشرے کی تنظیم کی سوچ کی بنیاد بن سکتی ہے جس میں اسلام کا ہدف یہ ہے کہ ضروریات اور حاجیات تمام افراد کو میسر ہوں اور تحسینیات میں ان کے بیک دیگر متفاوت ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔یہ مقصد تربیت اور انسانی احساسات کو پروان چڑھا کر حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں افراد دین اور قانون پر عمل کے جذبے کے ساتھ دوسروں کو

اپنے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

اسلامی ممالک میں دین کے مفہوم میں غلط فہمی نے بدترین نتائج پیدا کیے ہیں۔ایمان کا تعلق عمل سے اور قول کا فعل سے کٹ گیا ہے، حالانکہ دین کامل ۔۔اسلام۔۔ایمان اور عمل دونوں کو شامل ہے۔اس کا تقاضا ہے کہ قول و فعل میں مطابقت ہو اور اللہ کے ہاں مقبول دین کامل ہی ہے۔دین انسانی زندگی کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں ضروری ہے۔انسان اس سے جتنا چاہے کنارہ کشی اختیار کرے، آخر اسی کی طرف لوٹے گا۔دین کے تحفظ کے ایجابی پہلو کا تقاضا ہے کہ ایمان درست ہو اور اعمال صالحہ کی پابندی ہو اور اس کے تحفظ کے سلبی پہلو جہاد، مرتدوں اور زنادقہ کا قتل اور بدعتیوں کی گو شمالی ہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کو بہت اہمیت دی ہے۔اس کے لیے اسلام نے ایسے قوانین دیے ہیں جو زندگی کے تمام مراحل میں انسان کے تمام مفادات، مثلاً خوراک، لباس اور رہائش وغیرہ مہیا کرنے کے ضامن ہیں اور ہر نوع کی زیادتی سے اسے بچاتے ہیں۔اسلام نے زیادتی کرنے والوں کو روکنے اور سزا دینے کے لیے قانون سازی کی۔زیادتی کو روکنے کے لیے کبھی دنیاوی سزا تجویز کی اور کبھی آخرت کے عذاب کی وعید سنائی۔

مسلمانوں کے مقدر میں کامیابی اور فلاح تب ہی لکھی جا سکتی ہے جب وہ اسلام کی طرف رجوع کریں اور ایمان و عمل، قول و فعل میں اسے مضبوطی سے تھام لیں۔کامیابی اور اصلاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں دین اسلام کے مبادی، قواعد اور احکام کے زیر سایہ آجائیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔الشاطبیؒ، الموافقات صفحہ ۲۰۲

۲۔یوسف القرضاوی: المدخل لدرسات الشریعۃ الاسلامیہ قاہرہ: مکتبہ وہبہ، ۱۹۹۰ء، ص ۷۰۔۱۷

۳۔عبدالکریم زیدان، المدخل الی دراستہ الشریعتہ الاسلامیہ صفحہ ۴۳، ۴۲۔

۴۔الریسونی، احمد (معاصر): نظریہ المقاصد عندالامام الشاطبیؒ، عالمی ادارہ فکر اسلامی

،المؤسسۃ الجامعیۃ (۱۹۹۲)، ص ۲۴۶۔

۵۔الشاطبیّ، الموافقات، صفحہ ۲۰۳

۶۔الشاطبیّ، الموافقات، صفحہ ۲۰۳

۷۔القرطبیّ، محمد بن احمد الانصاری القرطبیّ ''الجامع الاحکام القرآن''، ۱۴۵:۱، طبع ثالثہ مکربہ المصریہ العامۃ للکتاب ۱۹۸۷

۸۔القرآن: الشوریٰ، ۴۲: ۱۳

القرطبیّ، محمد بن احمد الانصاری القرطبیّ، ''الجامع الاحکام القرآن'' ۱۱: ۱۶۔

۱۰۔القرطبیّ، محمد بن احمد الانصاری القرطبیّ، ''الجامع الاحکام القرآن'' ۲۰۵: ۱۰، ۲۳۲: ۱ ۔

۱۱۔ا لقرآن: العنکبوت، ۴۵: ۲۹

۱۲۔السرخسی، لابی بکر محمد بن ابی سھل السرخسی '' اصول السرخسی'' ۲۹۱: ۲، طبع دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ

۱۳۔ایضاً۔

۱۴۔القرآن: البقرہ ۲: ۱۸۳

۱۵۔السرخسی، لابی بکر محمد بن ابی سھل السرخسی '' اصول السرخسی'' ۱۹۱: ۲ ۔

۱۶۔الزرقانی، محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی، ''شرح الزرقانی علی المؤطا''

۲: ۳، طبعۃ الاولی، دار لکتب العلمیہ بیروت

، ۱۱۱۲ھ۔

۱۷۔القرآن: النحل ۱۶: ۱۲۵

۱۸۔القرآن: الاعراف ۷: ۱۹۹

۱۹۔القرآن: البقرۃ، ۲: ۲۱۶

۲۰۔القرآن: التوبہ ۹: ۵

۲۱۔القرآن: التوبہ ۹ : ۱

۲۲۔السرخسی،لابی بکر محمد بن ابی سھل السرخسی" المبسوط" ۳:۱۰ ۔
۲۳۔القرآن:المائدہ۵ : ۵۴
۲۴۔القرآن:البقرہ ۲: ۲۱۷
۲۵۔القرآن:الکہف ۱۸ : ۶۴
۲۶۔القرآن:المائدہ ۵ : ۲۱
۲۷۔الدردیر،لابی البرکات احمد بن محمد الدردیر"الشرح الکبیر علی مختصر الخلیل"
۳۰۱:۴،مکتبہ دار لفکر بیروت۔
۲۸۔الشاطبیؒ،لابی اسحٰق ابراھیم بن موسیٰ،"الاعتصام"،۳۰:۱،مکتبہ
دار لمعرفۃ،بیروت
۲۹۔ایضاً۔
۳۰۔شاولی اللہ، شیخ احمد المعروف شاولی اللہ بن عبد الرحیم الدھلوی"حجۃ اللہ البالغہ"
۱۳۹:۲،طبعۃ الاولٰی دار الاحیاء
العلوم،بیروت ۱۴۱۰ھ
۳۱۔القرآن:النساء ۴ : ۹۳
۳۲۔القرآن: المائدہ۵ : ۱۵۱
۳۳۔شوکانی، محمد بن علی الشوکانی" نیل الاوطار" ،۷:۷
۳۴۔شاولی اللہ، شیخ احمد المعروف شاولی اللہ بن عبد الرحیم الدھلوی"حجۃ اللہ البالغہ"
۲:۱۴۲۔
۳۵۔الزرکشی،بدر الدین"البرھان فی علوم القرآن" ۲۵:۲،عیسیٰ الحلبی ۱۳۷۶ھ
۳۶۔القرآن:البقرۃ ۲: ۱۹۱
۳۷۔القرطبیؒ، محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ،"الجامع الاحکام القرآن"۸:۲۹۵۔
۳۸۔القرافی، شھاب الدین ابی العباس احمد بن ادریس القرافی" الفروق" ۲۱۸:۱،
دالعالم الکتب بیروت ۱۴۶۴ھ

۳۹۔القرآن: البقرہ۲ : ۲۱۹
۴۰۔القرآن: المائدہ ۵: ۱۹
۴۱۔السرخسی، لابی بکر محمد بن ابی سھل السرخسی ''المبسوط'' ۲۴: ۲ ۔
۴۲۔القرطبیؒ، محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ، ''الجامع الاحکام القرآن''۲۸۷: ۶۔
۴۳۔آفندی، ابراھیم، ''اسرار الشرعیۃ الاسلام''، ۲۴۸، طبع مصر، ۱۳۲۸ھ
۴۴۔القرآن: النور، ۳۱: ۲۴
۴۵۔ابن الاثیر، ابی سعادت المبارک بن محمد الجزری '' النھایۃ فی غریب الحدیث''
۷۷: ۲۔۷۸ دار احیاء الکتب العربیۃ۔
۴۶۔السرخسی، لابی بکر محمد بن ابی سھل السرخسی ''المبسوط'' ۲۴: ۲ ۔
۴۷۔الفیومی، سلامہ احمد المغربی، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر
للرافعی''، ۹۶۵۔۹۶۶، طبع الامیریہ ۱۹۰۹ء
۴۸۔شوکانی، محمد بن علی الشوکانی '' نیل الاوطار'' ، ۱۵۱: ۷
۴۹۔السیواسی، محمد بن عبد الواحد (بابن ھمام) ''فتح القدیر والعنایۃ''
۳۴۰: ۲۔۳۴۱، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، طبعۃ
الاولی ۱۳۸۹ھ
۵۰۔السیواسی، محمد بن عبد الواحد (بابن ھمام) ''فتح القدیر والعنایۃ'' ۳۴۰: ۲۔۳۴۱۔
۵۱۔القرآن: النساء ۴: ۳
۵۲۔الشیعی، ابوحنیفہ النعمان القاضی ''دعائم الاسلام'' ، ۱۹۱: ۲، مطبع المعارف
۱۳۷۹ھ۔
۵۳۔الغزالی، حامد محمد بن محمد، '' احیاء علوم الدین'' ۲۲: ۲، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و
اولادہ، مصر، ۱۳۵۸ھ۔
۵۴۔ایضاً۔

۵۵۔القرطبی، الجامع الاحکام القرآن : ۱۵۹:۱۲۔

۵٦۔القرآن: الاسراء ١٧ : ٣٢

۵۷۔القرطبی، ''الجامع الاحکام القرآن''٢۵٣: ١٠۔٢۵۴، طبع ثالثہ مکربہ المصریہ العامۃ للکتاب ١٩٨٧

۵٨۔شوکانی، محمد بن علی الشوکانی'' نیل الاوطار'' ،٩٢:٧

۵٩۔رشد، محمد بن احمد بن محمد ''بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد''،٦٧٤:٢، مطبعۃ حسان، القاھرۃ۔

٦٠۔ابن تیمیہ، ''السیاسۃ اشرعیہ'' ،١٠١، مکتبہ السنۃ المحمدیہ ١٣٨١ھ

٦١۔ایضاً۔ ٦٢۔القرآن: النور ٢٤ : ٢

٦٣۔شوکانی، محمد بن علی الشوکانی'' نیل الاوطار'' ،٩٢:٧

٦٤۔شاولی اللہ، شیخ احمد المعروف شاولی اللہ بن عبدالرحیم الدھلوی ''حجۃ اللہ البالغہ'' ١٧٤:٢۔

٦۵۔ابن خلدون، عبدالرحمن، ''مقدمہ ابن خلدون'' : ٣١٩، المطبعۃ الازھریہ ١٣٤٨ھ

٦٦۔ایضاً: ٣٢٠۔ ٦٧۔ایضاً : ٣٢٢۔

٦٨۔شاولی اللہ، ''حجۃ اللہ البالغہ'' ١٣٩:٢۔

٦٩۔القرآن: البقرۃ ٢ : ١٨٨

٧٠۔ذھنی، محمد ذہنی الشیخ ولجنۃ العلماء'' شرح مسلم'' باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ و احتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، مصطفی الحلبی ١٣٤٨ھ

٧١۔ایضاً۔

٧٢۔ابن العربی، لابی بکر محمد بن عبداللہ، ''احکام القرآن'': ۵٩٦:٢ ، دارالمعرفۃ، بیروت۔

٧٣۔شوکانی، محمد بن علی الشوکانی'' نیل الاوطار'' ،٢٧٧:٨